عبدالصمد صارم الازہری

کیا تجدیدِ فقہ کی ضرورت ہے؟

فقہ کی تدوین و ترتیب ظہورِ اسلام سے دو صدی بعد ہوئی جو آسمانی الہامات کی روشنی میں نئے مسائل سے متعلق کی گئی۔ ظاہر ہے جس دن آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی تھی۔ اس دن یہ جملہ فروعی مسائل جو ائمہ نے تخریج کیے موجود نہ تھے تو تکمیل دین کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تمام فروعات قرآن میں آگئے ہیں۔ پھر ائمہ و مجتہدین نے اپنے زمانے کے مطابق کوشش کی اور نئے حالات کا جائزہ لیا۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ فتوے بھی بدلتا رہا اور مجتہدین کے خیالات بھی بدلتے رہے اور جو بھی نیا مسئلہ سامنے آیا انھوں نے اس پر غور کیا۔ حدیث و قرآن کی روشنی میں غور کیا اور فیصلہ صادر کیا۔ بہ تقاضائے بشریت اختلاف ہوا اور غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔

کیا بارہ صدیاں گزرنے پر بھی اب بھی وہی حالات و مسائل ہیں یا کچھ اور مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جو پرانے فقہا کے وہم و خیال میں بھی نہ گزرے تھے اور حالاتِ زمانہ کچھ اس قدر بدل گئے ہیں کہ دنیا ہی کچھ اور ہو گئی ہے اور حقائق ہی کچھ کے کچھ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ زمانہ جدید کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جدید فقہ کی تدوین کی جائے اور نئے مسائل پر غور کیا جائے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم پھر ان مسائل پر غور کریں جو فقہا طے کر چکے ہیں اور ان کی مساعی کو نامشکور قرار دیں مقصد یہ ہے کہ جدید مسائل پر ہمیں غور کرنا چاہیے یا صرف ان چند ایک مسائل پر جو نئے تقاضوں کے ماتحت تجدید فکر کے خواہاں ہیں۔

اسلام میں تجدید کا نظریہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انقلابات و امتداداتِ زمانہ

کے پیشِ نظر کچھ لوگ مسائل حاضرہ کے مطابق دین کی تجدید کرتے رہیں گے اور نئے حالات کے مطابق پرانے مسائل میں کچھ ردو بدل کرتے رہیں گے۔ مجدد کے مفہوم کو صرف تبلیغِ دین تک محدود سمجھنا غلطی ہے ورنہ وہ صرف مبلغ ہوا مجدد نہیں ہوا۔

ہاں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تجدید فقہ کی شدت سے ضرورت محسوس کرتا ہوں لہذا علماء کو چاہیے کہ وہ نئے مسائل پر نئے نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث و قرآن کو پیشِ نظر رکھ کر جدید مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

جس طرح پرانے فقہا کسی ایک بڑے امام کے گھر پر جمع ہو کر مسائل پر بحث کرتے تھے اور بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ لکھ لیا جاتا تھا اور اختلافات بھی نوٹ کیے جاتے تھے، اسی طرح چند مخلص و پُر مغز علما کو چاہیے کہ وہ تخریج مسائل جدیدہ کریں اور جس طرح پچھلے فقہا میں اختلافات ہوتے تھے اسی طرح موجودہ علما کے اختلافات کو بھی وہی وقعت دیں جو پرانی فقہ میں ضعیف اقوال و اختلافات کو حاصل ہے۔

مسائل زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اس کی چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ویسے مثالیں تو بہت سی دی جاسکتی ہیں۔ ایک دور تھا کہ رسول اللہؐ نے شراب کے برتنوں کا استعمال ناجائز قرار دیا کیونکہ ان سے شراب کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ پھر اجازت دے دی گئی کیونکہ لوگ شراب چھوڑ چکے تھے اور اس کے عادی نہ رہے تھے۔ شراب کے برتنوں کا استعمال چونکہ بذاتِ خود کوئی مسئلہ نہ تھا لہذا اجازت دیدی گئی۔

حضورؐ نے کتے پالنا حرام قرار دیا کیونکہ اہل عرب ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور وہ رات دن کھانے پینے کی چیزوں میں گھسے پڑے رہتے تھے جب فقہا نے دیکھا کہ وہ علت ختم ہو گئی تو ضرورت کی بنا پر کتوں کے پالنے کی اجازت دے دی۔

بعینہٖ یہی صورت تصاویر کی ہے چونکہ اہل عرب بتوں اور تصویروں کی پوجا کرتے تھے لہذا آپؐ نے ان کا کھینچنا کھنچوانا حرام قرار دیدیا تھا۔ مگر اب چونکہ نور اسلام پھیل چکا ہے ضرورت

کی بنا پر جدید فقہا کو چاہیے کہ وہ تصویر کشی کو حرام قرار نہ دیں کیونکہ تعلیم کے سلسلہ میں خصوصیت سے یہ بڑی فائدہ مند چیز ہے اور ڈاکٹری وغیرہ پڑھنے کے سلسلہ میں تو نہایت ہی ضروری ہے۔ اسی طرح دیگر سائنسی علوم کے سلسلہ میں بھی تصویروں کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا ضروریاتِ زمانہ کے دیکھتے ہوئے ہمیں ان مسائل میں اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور بُری تصویروں کو حرام اور اچھی تصویروں کو جائز قرار دے دینا چاہیے۔ ادھر اس دَور کا انسان رات دن دور دراز ملکوں میں جاتا رہتا ہے قریبی عزیز سے جدا رہتے ہیں ایسی ضرورتوں کی بنا پر بھی ہمیں تصویر کشی کی اجازت دے دینی چاہیے۔ نیز زندگی کے لیے سیکڑوں شعبے ہیں جن میں ہم بغیر تصویروں کے ترقی نہیں کرسکتے۔ تصویر کی حرمت بذاتہٖ نہیں بغیرہٖ تھی اور وہ سبب اب زائل ہوچکا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ایک چھوٹا سا مسئلہ اور ملاحظہ ہو۔ ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نیل پالش لگانے والی عورتوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی بے کار باتوں سے اب کچھ حاصل نہیں۔ دین میں اس قدر تشدد ٹھیک نہیں اور اتنی باریکیوں میں جانا مناسب نہیں۔ یسّروا ولا تعسّروا۔

ابھی کل کی بات ہے کہ علما یہ کہتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ آواز امام کی اصل آواز نہیں ہوتی جس کا مقتدیوں کو اتباع کرنا چاہیے تھا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب تقریباً ہر مسجد میں لاؤڈ اسپیکر استعمال ہوتا ہے تو دیکھیے کہ علما کی یہ باریک بینی تنگ دلی اور انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تب ہی تو خاموش ہوگئے۔ وہ کٹر ملّا جو لاؤڈ اسپیکر کو مسجد کی بے حرمتی سمجھتے تھے وہ بھی اب کچھ نہیں بولتے۔ وجہ یہ ہے کہ جب کوئی نئی چیز آتی ہے تو علما اس کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں اور پھر وہ مخالفت دن بدن ہلکی پڑتی چلی جاتی ہے اور لوگ ان کی کٹ حجتی سے آشنا ہوجاتے ہیں لہٰذا ان کی بات نہیں مانتے۔

موجودہ دَور میں بیع و شرا کی ایسی سیکڑوں صورتیں پیدا ہوگئی ہیں جن کا پرانے علما کو وہم و

گمان بھی نہ تھا۔ تجارت کے ان طریقوں پر ہمیں انصاف سے غور کرنا چاہیے۔ اور تقلید کا بیگر نہ بننا چاہیے۔ مثال کے طور پر امداد باہمی کی بہت سی نئی نئی شکلیں پیدا ہو گئی ہیں جو یقیناً قوم اور ملک کے لیے بڑی فائدہ مند ہیں اور جن کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ انھیں صورتوں میں سے ایک صورت لائف انشورنس کی ہے جو امداد باہمی کی ایک بہترین صورت ہے۔ میرے خیال میں غریب مسلمانوں کو اس سے محروم رکھنا غلطی ہے۔ یہ ہمارا ایک معاہدہ ہے اور ہم اس کے لیے روپیہ دیتے ہیں۔ اس روپیہ سے کمپنی تجارت کرتی ہے اور اس کا نفع ہمیں دیتی ہے۔ ہماری وفات کی صورت میں وہ ہمارے پسماندگان کو بطور امداد ایک رقم پیش کر دیتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔

یہی حال شیئرز کی بیع و شراء کا ہے۔ آج کل جتنے بھی بڑے بزنس ہیں شیئرز کی صورت میں چلتے ہیں اور بڑے بڑے بینک انھیں سے قائم ہوتے ہیں۔ لہٰذا شیئرز کی خرید و فروخت بھی میں سمجھتا ہوں از روئے اسلام کوئی بڑی بات نہیں اور یہ مضاربت وغیرہ کی ایک نئی صورت ہے۔ بیع کی بہت سی صورتیں فقہا نے لکھی ہیں۔ کوئی بیع سلم ہے تو کوئی مضاربت ہے۔ یہ صورتیں فقہائے قدیم کے دَور میں رائج تھیں۔ لہٰذا انھوں نے ان پر غور کیا۔ بعض کو جائز اور بعض کو ناجائز قرار دیا۔ انھیں موجودہ نئی صورتوں کی کیا خبر تھی؟ ان صورتوں پر ہمیں غور کرنا چاہیے اور حتی الامکان وسعت و سہولت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

آئندہ معلوم نہیں تجارت و امداد باہمی کی اور کیا کیا نئی صورتیں نکلیں گی ان پر آنے والے فقہا غور کریں گے اور انھی کو ان پر رائے زنی کا حق ہو گا۔ ہم ان نئے مسائل کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جب کہ ہمیں صورت حال کا علم ہی نہیں۔ ٹھیک اسی طرح نئے مسائل کے بارے میں قدیم فقہا کی رائے کو چسپاں کرنا ایک بے معنی کوشش ہے اور تفقہ کے خلاف ہے۔ امورِ دنیا کا ہمیں اختیار دیا گیا ہے ہر چیز کو مذہب میں لے جانا اور ہر چیز کی اصل مذہب میں تلاش کرنا غلطی ہے۔ ایسی صورت تو اسلام میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ دیکھیے صحابہ اور تابعین جس ملک میں

بھی گئے انھوں نے وہاں کے قوانین کو عموماً باقی رکھا لیکن کسی فقیہہ یا صحابی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو اسلام کے خلاف ہے یا اس پر قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر غور کرنا چاہیے خود حضرت عمرؓ نے کس قدر تبدیلیاں کیں۔ حضورؐ کے زمانے میں قیدی کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ دیگر ممالک میں قید خانوں کا رواج ہے تو آپ نے قید خانے بنوا دیے۔ اور ان کا نظام اسی طرز پر جاری کر دیا جیساکہ کافروں کے یہاں تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بڑے بڑے نامور صحابہ موجود تھے مگر کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا کہ رسول اللہؐ تو قیدیوں کو مسجد کے ستون یا گھروں میں بندھوا دیتے تھے نہ کسی نے اس امر پر اعتراض کیا کہ آپ کیوں رومی و ایرانی وغیرہ حکومتوں کے قوانین لے رہے ہیں۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ ہمارا دورِ ترقی تھا اور اب دورِ تنزل ہے۔ اب ہم ہر معاملے میں پیچھے کی طرف دیکھتے ہیں اور پہلے مسلمان حال و مستقبل کی طرف دیکھتے تھے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور کے علمار روحِ اسلام کو اس طرح نہ پہچان سکے جس طرح کہ یہ اپنے زمانے کے ائمہ فقہا و علما جانتے اور پہچانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وسیع النظر تھے اور ہر معاملہ میں خواہ مخواہ اپنی ٹانگ نہ اڑاتے تھے جس طرح کہ اس دور کے علما ہر ایک چیز میں اپنی ٹانگ اڑانا چاہتے ہیں۔

اسلام کیا ہے؟ ایک نظامِ اخلاق و نظامِ عبادت ہے۔ اسی لیے تو اکملت لکم دینکم آیت نازل ہوئی تھی۔ تکمیل دین سے مراد نظام اخلاق، توحید و عبادات کے نظام و تعلیمات کی تکمیل تھی نہ کہ ان لاتعداد مسائل و فروعات کی تکمیل مراد تھی جو کہ دو صدی بعد معرض وجود میں آئیں اور ائمہ نے کیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ اس بات کے مدعی تھے کہ میں وہی کہتا ہوں جو پرانے انبیاء کہتے چلے آئے ہیں اور وہ مشترکہ بات کیا تھی۔ توحید الٰہی، شرک سے احتراز اور اخلاقِ حسنہ کی ترویج۔ کلام پاک میں ہے قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا۔ اے اہل کتاب آؤ اس امر کی طرف

جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں)۔ تو رسول اللہؐ کا یہ دعوےٰ کہ میں وہی کہتا ہوں جو پچھلے انبیاء کہتے تھے کیا ان فروعاتِ فقہیہ کو سامنے رکھ کر یہ بات درست ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مراد تکمیلِ دین اور کلمۂ مشترک سے یہی نظامِ توحید و اخلاق و عبادت ہے نہ کہ یہ فقہی مسائل یہ تو بندوں کے بنائے ہوئے اور تخریج کیے ہوئے ہیں اور انسان کی بنائی ہوئی ہر چیز ناقص اور قابلِ تغیر و تبدل ہوتی ہے۔ لہذا ہمیں ان کے بدلنے کا اختیار ہے اور ہم بھی حدیث و قرآن سے تخریج کرنے کے مجاز ہیں جب ہمیں یہ اختیار حاصل ہے تو کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور کیوں غیر متمدن اقوام میں اپنے آپ کو داخل رکھیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جو اقوام پسماندہ اور ذلیل شمار ہوتی ہیں کیا یہ اقوام پہلے بھی ایسی ہی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ اپنے دور میں بڑی ترقی یافتہ اقوام تھیں مگر انھوں نے یہ غلطی کی کہ یہ زمانے کے ساتھ ساتھ نہ بدل سکیں لہذا حال سے دور ہوتی چلی گئیں۔ ان کی صورت شکل، عمل و قول سب کچھ آج سے صدیوں پہلے کا ہے۔ یہ پرانے آبائی نظام کو نہ چھوڑ سکے لہذا فطرت جو فوراً بدلہ لیتی ہے اور کبھی معاف نہیں کرتی اس نے انھیں یہ سزا دی کہ دنیا میں ذلت و رسوائی دے دی۔ یہی حال ان مسلمانوں کا ہو جائے گا اور ہے جو بہت پرانے اور فرسودہ خیالات رکھتے ہیں ادودہ اور ان کی اولاد ترقی سے گریزاں ہیں کیونکہ ترقی تو پرانے طور طریقے سے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ بتائیے آپ اگر اس دورِ تہذیب و تمدن میں بیل گاڑی پر ہی سوار ہونا جائز خیال کریں اور ہوائی جہاز کی سواری کو حرام سمجھیں تو آپ اور آپ کی قوم اس دنیا میں کارہائے نمایاں کیسے کر سکتی ہے۔